دُنیائے اِمروز

از مولانا حامد الانصاری غازی

انگلستان کی وزارتِ عظمیٰ اس وقت تک بحران کے عالم میں ہے۔ صاف نظر آرہا ہے کہ مسٹر نویل چیمبرلین کے ہرے بھرے کھیت کے دانہ دانہ کو موہنچ کی چڑیاں چن چن کر صاف کر رہی ہیں۔ اس وقت زیادہ آسانی کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ خوش قسمت بالڈون کا جانشین چیمبرلین زیادہ خوش قسمت ثابت نہیں ہوا۔ اب مسٹر نیول چیمبرلین کی سیاسی زندگی کی شام اتنی ابر آلود ہو چکی ہے کہ انہیں اپنی کامیابی کے دروازہ کو توڑ کر ناکامی کے دروازہ کو کھٹکھٹانا پڑیگا۔

مثل مشہور ہے کہ خوفزدہ ہاتھی اپنی ہی فوج کو پاؤں میں روند ڈالتا ہے۔ یہی حال مسٹر چیمبرلین کا ہے۔ جنگ کے تصور نے ان کو اتنا خوفزدہ کر دیا ہے کہ وہ ہر قدم پیچھے ہٹ رہے ہیں اور ایک ایک قدم پر اپنی وزارت کے ساتھیوں کو ناراض کرتے جا رہے ہیں۔ سلطنت کے وزیر اعظم کی حیثیت سے انکی ذمہ داریاں جتنی زیادہ ہیں ان کی پالیسی کے ساتھی اتنے ہی کم ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیادہ مدت تک حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے خیالات کو آراستہ کر رہے ہیں اور وزارت کی شکستہ بازکشتی کو ملاحوں کی تبدیلی سے ایک تازہ سہارا دے کر چلانا چاہتے ہیں۔

خبر گرم ہے کہ وزارت میں چند تبدیلیاں زیر تجویز ہیں۔ بعض وزراء آپس میں عہدے بدلینگے بعض کرسی چھوڑ کر جائینگے اور کچھ نئے لوگوں کو کرسی نشینی کا موقع دینگے۔ سیاسی اور فوجی ماہرین کی ایک جماعت کا اضافہ بھی یقینی ہے۔ مقصد ہے وزارت کا استحکام۔ یہ کہیے کہ ایک کام سامنے ہے اور اس کے لیے دس

طرح کے پاپڑ بیلنے ہیں۔

ہمارے اس دور میں انگلستان کا وزیر اعظم دنیا کا سب سے بڑا ذمہ دار انسان ہوتا ہے، مگر یہ ماننا پڑیگا کہ جہاں ذمہ داری آگے چلتی ہے وہاں مصیبتیں پیچھے پیچھے آتی ہیں۔ موجودہ وزیر اعظم کی ذمہ داری بھی قدرتی ہے، اور مشکلات بھی قدرتی، فرق اتنا ہے کہ ذمہ داری گھر کی پیداوار ہے اور مشکلات باہر کے حالات سے پیدا ہوئی ہیں۔ تدبر کا امتحان مشکلات کے زمانہ میں ہوتا ہے۔ اس وقت مسٹر چیمبرلین امتحان کی منزل میں ہیں یعنی ایک ایسی منزل میں جہاں انگریز قوم کی شہنشاہیت اپنی قسمت کے آفتاب کا زرد چہرہ دیکھ رہی ہے —— خوف اور دہشت کے ساتھ!

وزیر اعظم کا سیاسی درجہ

برطانیہ عظمی اس وقت دنیا کی سب سے بڑی سلطنت ہے۔ اس کے جزائر کا رقبہ پچانوے ہزار میل مربع ہے، اور آبادی ۴ کروڑ ۸۰ لاکھ ہے۔ اگرچہ تاج کا اقتدار اعلیٰ تمام مقبوضات کا قانونی حکمراں ہے، مگر درحقیقت سلطنت کا فرمانروا وزیر اعظم ہے، انگلستان کے قانون کی رو سے بادشاہ کا درجہ بڑا ہے بادشاہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، اس لیے ہر نئی تاجپوشی کے وقت یہ نعرہ لگایا جاتا ہے "بادشاہ مرگیا، بادشاہ زندہ باد۔ ماہرین دستور تصریح کرتے ہیں کہ" بادشاہ قوت ہے، بادشاہ مختار کل ہے، بادشاہ عزت اور انصاف کا سرچشمہ ہے۔ بادشاہ نہ غلطی کرسکتا ہے اور نہ غلطی کا خیال دل میں لاسکتا ہے" مگر بادشاہ کی یہ تمام بڑائی اختیار کے درجہ میں وزیر اعظم کی طرف منتقل ہوجاتی ہے۔ ایک قانون داں کہتا ہے کہ بادشاہ سب کچھ ہے، مگر سوائے خاص موقعوں کے پارلیمنٹ میں تماشائی کی حیثیت سے اس کی موجودگی بھی گوارا نہیں کی جاتی یوں کہیے کہ برطانیہ عظمی کی قانونی حکومت میں اختیار و اقتدار کا ایک مرکز تو ہے لیکن اُس کی آزادی قانون سے محدود کردی گئی ہے۔

سلطنت اور اُس کے عروج و زوال کا انحصار صرف وزیر اعظم پر ہے اور وزیر اعظم پارلیمنٹ

کا نمائندہ ہے۔ نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اس کی ذمہ داری انگلستان اور آئرلینڈ ہی تک محدود نہیں بلکہ اس ذمہ داری کا جہاز رود بار انگلستان سے چل کر طنجہ، مالٹا، سویز اور عدن ہوتا ہوا ہندوستان، سنگاپور، آسٹریلیا نیوزی لینڈ پہنچتا ہے اور ایک دوسری سمت میں کنیڈا کے ساحل پر جا کر رُکتا ہے۔

اس وقت مسٹر نیول چیمبرلین کے سر پر یہ تمام ذمہ داریاں ہیں۔ اور انہیں جرمنی اور اٹلی نے عجیب کشمکش میں مبتلا کر دیا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ انگلستان میں گلیڈسٹون کے نام کی دھوم تھی ۱۸۹۴ء میں ان کی ضعیفی نے وزارت کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ہونے کو لارڈ روزبری اور لارڈ سالسبری وزیر اعظم ہوئے، مگر جنگ عظیم میں وزارت چمکی تو مسٹر لائڈ جارج کی۔ جنگ کے بعد مسٹر بونرلا نے اُبھرنا چاہا مگر اُبھر نہ سکے ۱۹۳۲ء میں مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے مزدور وزیر اعظم کی حیثیت سے شہرت حاصل کی مگر بعد میں تخفیف اسلحہ کے مسئلہ نے انہیں اور ان کے دوست مسٹر ہنڈرسن وزیر خارجہ کی شہرت کو ختم کر دیا۔ مسٹر بالڈون وزیر اعظم کی حیثیت سے بڑے خوش قسمت رہے۔ مسٹر چیمبرلین بالڈون کے جانشین ہیں۔ انہیں اپنے ساتھیوں اور دوستوں سے شکایت ہے کہ وہ ان کو بوڑھا کہتے ہیں اور شرمندہ کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے میونخ کا معاہدہ کر کے جوانوں سے زیادہ جوانمردی کا ثبوت دیا ہے۔ ان پر ہر طرف سے اعتراض کیا جا رہا ہے۔ تاہم ان کی پامردی ایک مثال کی طرح دنیا کے سامنے سربلند نظر آ رہی ہے۔

امن اور جنگ

مسٹر چیمبرلین نے میونخ کا معاہدہ کیا کیا کہ اُنہیں آج تک صفائی پیش کرنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔ وہ ایک طرف تو وزارت میں تبدیلیاں کر کے سر تھامس انسکیپ، لارڈ چیٹفلیڈ، لارڈ اسٹنلے، مسٹر میلکم میکڈانلڈ، لارڈ ونٹرٹن، لارڈ ریجنالڈ اسمتھ۔ ایسے مدبروں سے کام لینا چاہتے ہیں اور دوسری طرف برابر امن کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ میونخ کے معاہدے کے فوراً بعد انہوں نے کہا تھا "اب انگلستان اور جرمنی میں جنگ نہیں ہوگی"۔ مگر اس کے بعد انہوں نے کئی تقریریں کیں اور ہر تقریر میں جنگ کے خلاف اور امن

کے حق میں ایک ایک جملہ کہا:

(۱) شروع سے آخر تک میرا مقصد یہ ہے کہ جنگ نہ ہو۔

(۲) اگر تم امن چاہتے ہو تو اسے تلاش کرنا پڑیگا۔

(۳) مجھے یقین ہے کہ امن وصلح کا قائم رکھنا مشکل نہیں ہے۔

(۴) جب تک میں وزیر اعظم ہوں کوشش سے باز نہ آؤنگا۔

(۵) جنگ کی تباہیوں کا اثر دو پشتوں تک رہتا ہے۔

(۶) اب ہم ایک دوسرے کے خلاف کبھی جنگ نہیں کرینگے۔

مسٹر چیمبرلین نے ۲۸ جنوری کو جوہریوں کی انجمن کے ایوان برمنگھم میں جو تقریر کی ہے وہ تمام انجمنوں کے جواب میں ایک تازہ صفائی ہے۔ ذیل میں اس تقریر کا خلاصہ مطالعہ فرمائیے۔

(۱) اگر انگریزی اور اطالوی تعلقات ہموار نہ ہوتے تو مجھے مسولینی کا تعاون حاصل نہ ہوتا اور اگر مسولینی امداد نہ دیتا تو میں امن کی حفاظت میں ناکام رہتا۔ اگر میونچ کا میثاق نہ ہوتا تو ساری دنیا اوّل درجہ کی مصیبت میں مبتلا ہو جاتی۔ مجھ پر تنقید ہو رہی ہے مگر میرے سب نقادوں میں ایک بات مشترک ہے کہ اُن میں سے کسی پر وہ ذمہ داری نہیں جو مجھ پر ہے، اور ان میں سے کسی کو ان رازوں کا علم نہیں جو صرف ملک معظم کی حکومت ہی کو معلوم ہیں۔

(۲) جنگ کو شروع ہونے کی اجازت نہیں دینی چاہیے کیونکہ اس کا تباہ کن اثر ان لوگوں تک بھی پہنچیگا جو کنارے کھڑے ہوئے دنگل کا تماشا دیکھینگے۔ میونچ کا میثاق میری پالیسی اور بے جھجک حکمت عملی میں ایک حادثہ ہے، جس کا مقصد جنگ کو روکنا تھا۔"

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کا بوڑھا وزیر اعظم جوان دماغ سے باتیں سوچتا ہے۔ اس کے چہرے کی جھرّیاں، گردن کی لٹکی ہوئی کھال اور پریشاں مونچھیں اگرچہ بڑھاپے کی غمازی کرتی ہیں۔

مگر وہ اس وقت تک اپنے سابق نوجوان حریف مسٹر ایڈن کے مقابلہ میں کامیاب ہے اگرچہ اس کامیابی کا تسلسل امر دشوار ہوتا ہے۔

ٹیونس اور کارسیکا

ہیلا سلاسی اول نے اپنے سدا بہار چمن کے شگفتہ پھول "عدیس ابابا" کو اٹلی کے ہاتھوں میں مرجھاتے ہوئے دیکھا تو اُس کو کہنا پڑا "حبش کا سقوط دنیا کا سقوط ہوگا!

شاہِ حبش کی زبان سے یہ ایک سچی بات نکلی تھی حبش کا سقوط ہونا تھا ہوگیا مگر دنیا بھی ایک جاپانی کھلونے کی طرح جلد ہی ٹوٹنے کے لیے تیار رہے۔ حبش کی شکست نے جرمنی کو یہ دکھایا کہ کامیابی کا آفتاب سوا نیزے پر آچکا ہے، اور جاپان کو ہدایت کی کہ مشرق بعید میں بھی ایک حبش پیدا کیا جاسکتا ہے۔ جرمنی اُٹھا اور اس نے سوڈٹین لینڈ کو حبش سمجھ کر حملہ کردیا اور برطانوی نگین کی امداد سے قبضہ کرلیا یہ پہلا قدم تھا، بلکہ پہلی کامیابی۔ عقلمند آدمی کے گھر میں ایک کامیابی سے دوسری کامیابی پیدا ہوتی ہے اس لیے ہٹلر نے نظر کو ذرا بلند کیا ہی تھا کہ ان کی نظر میں وسطی یورپ کے علاقے اور افریقہ کی نوآبادیات (برطانوی ٹانگانیکا اور فرانسیسی کیمرون) نت نئے ستاروں کی طرح جھلملانے لگے۔ چنانچہ اس نے ۳۰ جنوری کی تقریر میں صاف کہہ دیا "اب ہم نوآبادیاں چاہتے ہیں، جرمن قوم زندہ ہے اور سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہے" جرمنی اور اٹلی آج کل ایک ہیں اور چیمبرلین کی تمام قربانیوں کا ماحصل یہ ہے سنہ ۱۹۱۴ء کا اتحادی اٹلی آج بھی جرمنی کے خلاف ہمارا اتحادی رہے، مگر مشہور ہے "اللہ نے ملائی جوڑی، ایک ہٹلر ایک سولینی" دنیا کے دُو ڈکٹیٹر تمام کوششوں کے باوجود ایک ہیں۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ جرمنی میں آسمان کے گنبد کے نیچے جو نعرہ بلند ہوتا ہے اس کی صدائے بازگشت اٹلی سے بلند ہوتی ہے۔ جرمنی نے ٹانگانیکا اور کیمرون کا نعرہ لگایا تو اٹلی نے فوراً نعرہ بلند کیا ٹیونس اور کارسیکا۔

مطالبہ کا آغاز ـــــ ٹیونس کا فتنہ حبش کی طرح افریقہ سے اُٹھا ہے مگر اس فتنہ کی خوش قسمتی قابل

رشک ہو کہ تمام دنیا پر چھا رہا ہے۔ ۲۸۔نومبر ۱۹۳۸ء کو اٹلی کے ایوان عام میں مسولینی کے داماد نے "ٹیونس ٹیونس" کا نعرہ لگایا۔ ایوان کے ارکان ہم زبان ہو کر بولے "ٹیونس ٹیونس" بات فرانس تک جا پہنچی اور فرانس نے اعلان کر دیا کہ "کسی نو آبادی سے قبضہ اٹھانا ہمارے لیے مشکل ہے جنگ آسان ہے" بات اسی طرح بڑھ گئی مسٹر چیمبرلین جہاں سے چل کر میونخ پہنچے تھے آج پھر وہیں نظر آ رہے ہیں۔

اگر واقعات کو دیکھا جائے تو ظاہر ہو گا افریقہ کا وسیع براعظم دنیا کی جابر حکومتوں کے درمیان تقسیم ہے، جنوبی افریقہ پر انگریز کا قبضہ ہے، صومال انگریزوں اور اطالیوں کے درمیان تقسیم ہے۔ الجزائر، مراکش ٹیونس، کیمرون اور صحرائے اعظم فرانس کے تسلط میں ہے۔ اریٹریا، حبش، طرابلس اٹلی کے ہاتھ میں ہے اٹلی ٹیونس کو بھی چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ شمالی افریقہ کے ساحل کا یہ حصہ اٹلی سے اتنا قریب ہے کہ وہ اطالوی نو آبادی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔ چونکہ کارسیکا بحر روم میں مارسلز کے سامنے اور ٹیونس کے محاذ میں ہے اس لیے فرانس کو اتنی قربانی ضرور کرنی چاہیے کہ وہ ان علاقوں کو اٹلی کے لیے خالی کر دے۔ اٹلی کی نظر میں ٹیونس کی فوجی اہمیت اقتصادی اہمیت سے زیادہ ہے نقشہ دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ سسلی کے ساحل سے ٹیونس کا ساحل مل کر ایک پھاٹک تیار کرتا ہے۔ ساحل کے درمیان صرف سو میل کا فاصلہ ہے سسلی کا ساحل اٹلی کے قبضہ میں ہے اگر ٹیونس کا ساحل بھی اس کے قبضہ میں آجائے تو اس کے جنگی جہاز جن کا مستقر "پنٹی لادیا" ہے فرانس اور انگلستان کا راستہ روک سکتے ہیں۔

یہ اٹلی کی بدقسمتی تھی کہ ٹیونس میں پہلے فرانسیسی جا دھمکے اور انہوں نے پرنس بسمارک اور امریکہ سے ساز باز کر کے ٹیونس پر تصرف حاصل کر لیا۔ اٹلی اپنی آج کی سیاست سے مجبور ہے اور ٹیونس پر قبضہ کرنے کے لیے ہر قربانی پیش کرنے کا اعلان کر چکا ہے۔ سب سے پہلے نیپلز میں فاسطی جماعت کا خفیہ جلسہ ہوا تھا، اور جلسہ کے فوراً بعد ہونے والے مظاہروں نے یہ ظاہر کر دیا کہ واقعات کا مرغ بادنما پھر جنگ کے رُخ کی طرف حرکت کر رہا ہے۔